7اپریل1961

ازعدالت الاعظمیٰ

ریاست بہار

بنام

میسرز کرم چند تھاپر اینڈ برادرز لمیٹڈ

(ایس کے داس، جے ایل کپور، ایم ہدایت اللہ، جے سی شاہ اورٹی ایل وینکٹا راما ایر، جسٹسز)

سٹامپ۔ ایوارڈ۔ ثالث فریقین اور عدالت کو فیصلے کی کاپیاں بھیجنا، باضابطہ دستخط شدہ۔ بغیر سٹیمپ فیصلے کی توثیق۔ اس پر ڈگری صادر کرنا۔ قانونی حیثیت۔ انڈین اسٹامپ ایکٹ، 1899 (2 آف 1899)، دفعہ35۔

ثالثی۔ ثالثی کا حوالہ دینے کا معاہدہ۔ گورنر کی طرف سے خصوصی طور پر مجاز شخص کے ذریعہ عمل درآمد۔ اجازت کی ضروریات۔ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ، 1935 (25 اور 26 جیو 5 باب42)، دفعہ 175(3)۔

مدعا علیہ کمپنی اور حکومت بہار کے درمیان حکومت کے لئے کئے گئے تعمیراتی کاموں کے سلسلے میں کمپنی کو ادا کی جانے والی رقم کے بلوں کو لے کر تنازعہ ثالثی کے پاس بھیج دیا گیا تھا۔ثالثی کا حوالہ دینے کا معاہدہ گورنر کی طرف سے ایک ایگزیکٹو انجینئر ایل نے انجام دیا تھا، جسے خاص طور پر حکومت کے سکریٹری نے ایسا کرنے کا اختیار دیا تھا۔ثالث نے اپنا فیصلہ دیا اور اس کی کاپیاں فریقین کو بھیجی۔مدعا علیہ نے ثالثی ایکٹ، 1940 کی دفعات کے تحت عدالت میں فیصلے کی شرائط کے لئے ایک فرمان کے لئے درخواست

دی۔ ریاست نے اس پر اعتراضات دائر کیے اور معاملہ ایک مقدمہ کے طور پر درج کیا گیا۔ جب مقدمہ زیر التوا تھا تو ثالث نے عدالت کو اس فیصلے کی ایک کاپی بھیجی جس پر ان کے دستخط تھے اور اس کی وصولی پر مدعا علیہ نے انڈین اسٹامپ ایکٹ 1899 کی دفعہ 35 کے تحت مطلوبہ اسٹامپ ڈیوٹی کی ادائیگی پر تصدیق کی تھی۔ درخواست گزار، ریاست بہار نے دلیل دی کہ فیصلے کی بنیاد پر کوئی حکم جاری نہیں کیا جا سکتا ہے (1) ثالثی کے حوالہ کا معاہدہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ، 1935 کی دفعہ 175(3) کے تقاضوں کی تعمیل نہیں کرتا ہے، کیونکہ ایسا کرنے کے مجاز شخص نے 1 اپریل 1937 کو بہار حکومت کی طرف سے جاری کردہ نوٹیفکیشن پر دستخط نہیں کیے تھے۔ دفعہ 175(3) اور (2) کے تحت تفویض کردہ اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے کہ عدالت کے سامنے موجود دستاویز ایک مصدقہ کاپی ہے اور انڈین اسٹامپ ایکٹ 1899 کی دفعہ 35 کے تحت اس کاپی کی توثیق یا کارروائی نہیں کی جا سکتی ہے۔

حکومت ہند ایکٹ، 1935 کی دفعہ 175(3) میں ایسا کوئی خاص طریقہ متعین نہیں کیا گیا ہے جس میں اختیار دیا جانا چاہئے اور جہاں کسی شخص کو ایڈ ہاک اجازت دی جاتی ہے، وہاں اس دفعہ کی ضروریات کو پورا کیا جانا چاہئے۔

مزید برآں، ثالث کی جانب سے عدالت کو بھیجا گیا فیصلہ اصل تھا اور فیصلے کی کاپی نہیں تھا اور انڈین اسٹامپ ایکٹ، 1899 کی دفعہ 35 کی دفعات کو لاگو کر کے، اس کی مؤثر طریقے سے توثیق کی گئی تھی۔

راجہ بوبیلی بنام انوگنتی چین کے راجا سیتا رامسامی گارو، (1899) ایل آر 26 آئی اے 262 کا حوالہ دیا گیا ہے۔

دیوانی اپیلیٹ کا دائرہ اختیار : دیوانی اپیل نمبر 209 آف 1959۔

پٹنہ ہائی کورٹ کے 5 اکتوبر 1956 کے فیصلے اور حکم کے خلاف اپیل 1953 کی متفرق اپیل نمبر 367 میں کی گئی۔

اپیل کنندہ کی طرف سے ایل کے جھااور آرسی پرساد۔

جواب دہندگان کی جانب سے اٹارنی جنرل آف انڈیا ایم سی سیتلواڑ، این ڈی اور پی کے مکھرجی شامل ہیں۔

7اپریل 1961ء کو عدالت کا فیصلہ سنایا گیا۔

جسٹس وینکٹارااما ئیر۔ یہ پٹنہ ہائی کورٹ کے ثالثی ایکٹ، 1940 کے تحت اپیل کے فیصلے کے خلاف اپیل ہے۔ درخواست گزار بہار کی ریاست ہے، اور جواب دہندگان انڈین کمپنیز ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ کمپنی ہیں، جو بلڈنگ کنٹریکٹر کے طور پر کاروبار کر رہی ہیں۔ انہوں نے رانچی میں ہوائی اڈوں، ہینگریٹس، عمارتوں، اسٹورز اور دیگر کاموں کی تعمیر کے لئے تین معاہدے کیے، ان میں سے پہلا 5نومبر 1942 کا کنٹریکٹ نمبر 21 تھا، اور دوسرا 5اپریل 1943 کو معاہدہ نمبر 6اور 8 تھا۔مندرجہ بالا کام مکمل ہونے کے بعد، بلوں پر فریقین کے مابین تنازعات پیدا ہوئے اور بالآخر 6فروری 1948 کے ایک معاہدے کے ذریعہ، انہیں کرنل اے ڈبلیو ایس اسمتھ کی ثالثی میں بھیج دیا گیا۔ثالث نے 4جون 1948 کو اپنا فیصلہ سنایا، اور اس کی ایک کاپی فریقین کو بھیجی۔ اس کے بعد مدعا علیہان نے انڈین آربیٹریشن ایکٹ 1940 کی دفعہ 17اور 20 کے تحت درخواست دائر کی تا کہ فیصلے کے حوالے سے حکم جاری کیا جاسکے۔ درخواست گزار نے اس پر اعتراضات دائر کیے اور اس کے بعد درخواست کو 1951 کے ٹائٹل سوٹ نمبر 53 کے طور پر درج کیا گیا۔ جب یہ مقدمہ زیر التوا تھا تو ثالث جو اس دوران ہانگ کانگ روانہ ہو گیا تھا، نے رانچی کے ایڈیشنل ماتحت جج کی عدالت کو بھیجا، جس کے سامنے مقدمہ ان کے دستخط شدہ فیصلے کی ایک کاپی زیر التوا تھا، تا کہ اسے ایکٹ میں فراہم کردہ قانون کے مطابق دائر کیا جاسکے۔ عدالت نے ایکٹ کی دفعہ 14(2) کے تحت نوٹس جاری کیے تھے۔ اور، اس کے جواب میں، اپیل کنندہ نے مختلف بنیادوں پر ایوارڈ کو منسوخ کرنے کے لئے ایک درخواست دائر کی۔ اس پر مدعا علیہان نے اپنا جوابی بیان داخل کیا۔اس درخواست کے پیش نظر مدعا علیہان نے ثالثی ایکٹ کی دفعہ 17اور 20 کے تحت اپنی درخواست پر دباؤ نہیں ڈالا، جسے نتیجے میں خارج کر دیا گیا، اور ثالث سے فیصلے کی وصولی کے ساتھ شروع ہونے والی کارروائی کو 1951 کے ٹائٹل سوٹ نمبر 53 کے طور پر جاری رکھا گیا۔ ایک

تفصیلی سماعت کے بعد رانچی کے ایڈیشنل ماتحت جج نے فیصلے کے حوالے سے ایک حکم نامہ جاری کیا سوائے اس حصے کے جسے انہوں نے دعویٰ سے زیادہ قرار دیا تھا۔ درخواست گزار نے اس معاملے کو پٹنہ ہائی کورٹ میں لے جایا جس نے ماتحت جج کے حکم کی توثیق کی لیکن آئین کے آرٹیکل 132 اور 133 (1) کے تحت سرٹیفکیٹ جاری کیا اور اس لئے یہ اپیل کی گئی۔

اگرچہ فریقین کے درمیان تنازعہ ایک وسیع علاقے میں نیچے کی عدالتوں میں پھیلا ہوا تھا، لیکن ہمارے سامنے یہ دو سوالوں تک محدود تھا کہ آیا ثالثی کے حوالے سے حکومت پر کوئی جائز معاہدہ ہے اور کیا عدالت میں دائر کیے گئے فیصلے کی بغیر مہر والی کاپی پر کوئی حکم جاری کیا جا سکتا ہے۔ پہلے سوال پر درخواست گزار کا کہنا ہے کہ ثالثی کے لئے حوالہ دینے کا معاہدہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ، 1935 کی دفعہ 175 (3) کے تقاضوں کی تعمیل نہیں کرتا ہے، جو آئینی اہتمام تھا۔ متعلقہ تاریخ پر طاقت، اور اس لئے یہ کالعدم ہے کہ اس پر قائم کی گئی کارروائی میں منظور کردہ فیصلہ کالعدم ہے اور اس کی شرائط میں کوئی حکم جاری نہیں کیا جانا چاہئے. دفعہ 175 (3) درج ذیل ہے:

"وفاقی ریلوے اتھارٹی کے حوالے سے اس ایکٹ کی دفعات کے تابع، وفاق یا صوبے کے انتظامی اختیار کے استعمال میں کیے گئے تمام معاہدوں کو گورنر جنرل یا صوبے کے گورنر کی طرف سے کیا جائے گا، جیسا کہ معاملہ ہو، اور اس طرح کے تمام معاہدوں اور اس اختیار کے استعمال میں کی گئی جائیداد کی تمام یقین دہانیوں کو گورنر جنرل کی طرف سے انجام دیا جائے گا. یا ایسے افراد کے ذریعہ اور اس طرح سے گورنر جس کی وہ ہدایت یا اجازت دے سکے۔

اس دفعہ کے تحت کسی صوبے کے گورنر کی جانب سے کیے گئے معاہدے میں تین شرائط پوری ہونی چاہئیں۔ اس کا اظہار گورنر کے ذریعہ کیا جانا چاہئے۔ اس پر عمل درآمد کیا جانا چاہئے۔ اور پھانسی ایسے افراد کے ذریعہ اور اس طرح سے ہونی چاہئے جس کی گورنر ہدایت یا اجازت دے۔ اب ہمیں اس بات کا جائزہ لینا ہے کہ آیا 6 فروری 1948 کو ثالثی کا معاہدہ مندرجہ بالا شرائط کو پورا کرتا ہے یا نہیں۔ اس کا اظہار بہار کے گورنر اور جواب دہندگان کے درمیان کیا گیا ہے۔ یہ ایک رسمی دستاویز بھی ہے جس پر رانچی ڈویژن کے ایگزیکٹیو انجینئر وائی کے لال اور جواب دہندگان نے عمل درآمد کیا ہے۔ لہٰذا صرف ایک نکتہ جو غور

طلب ہے وہ یہ ہے کہ کیا ایگز یکٹوانجینئر ایک ایسا شخص تھا جسے گورنر نے معاہدے پر عمل درآمد کی ہدایت یا اختیار دیا تھا۔ درخواست گزار کا کہنا ہے کہ وہ ایسا نہیں کر رہے تھے اور حکومت بہار کی جانب سے 1 اپریل 1937 کو جاری کیے گئے ایک نوٹیفکیشن پر اپنی دلیل کی حمایت کرتے ہیں۔ یہ اطلاع، جہاں تک یہ مواد ہے، مندرجہ ذیل ہے:

حکومت ہند ایکٹ 1935 کی دفعہ 175 کی ذیلی دفعہ (3) کے تحت حاصل اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے بہار کے گورنر تمام موجودہ احکامات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے یہ ہدایت دینے پر خوش ہیں کہ ان کی طرف سے درج ذیل کاموں، معاہدوں اور دیگر آلات پر عمل درآمد کیا جائے۔

اے۔ پبلک ـــــ ورکس ڈپارٹمنٹ کے معاملے میں (محکمانہ احکامات کے ذریعہ مقرر کردہ کسی بھی حد کے تابع)۔

....	....
2۔ عمارتوں، پلوں، سڑکوں، نہروں، ٹینکوں، آبی ذخائر، گودیوں اور بندرگاہوں اور بندوں سے منسلک ہر قسم کے کاموں کی انجام دہی سے متعلق تمام آلات، اور واٹر انجینئرز کی تعمیر، اور کاموں، سیوریج کے کاموں، الیکٹرک انسپکٹر، مشینری کی تعمیر اور کوئلے کی کانوں کے کام سے متعلق آلات۔	حکومت کے سیکرٹریز، چیف انجینئرز، سپرنٹنڈنٹ انجینئرز، ڈویژنل افسران، سب ڈویژنل افسران، اسسٹنٹ یا اسسٹنٹ ایگزیکٹو انجینئر اور الیکٹرک انسپکٹر۔
....	....
12۔ ان حکومتوں کے علاوہ کسی بھی معاملے سے متعلق تمام کام اور دستاویزات، جن کا ذکر 1 سے 11 تک کیا گیا ہے۔	حکومت کے سکریٹریوں اور جوائنٹ سیکرٹریز کی طرف سے۔

مندرجہ ذیل عدالتوں میں اس بات پر بحث ہوئی کہ آیا موجودہ معاہدہ آئٹم 2 یا آئٹم 12 کے اندر آتا ہے۔ اگر معاہدے کو کاموں کی انجام دہی سے متعلق ایک آلہ قرار دیا جا سکتا ہے تو، یہ آئٹم 2 کے اندر آتا ہے، اور ایگزیکٹو انجینئر اس نوٹیفکیشن کے تحت اس معاہدے میں داخل ہونے کا مجاز شخص ہوگا لیکن اگر

یہ اس آئٹم کے اندر نہیں آتا ہے تو، اسے انٹری 12 کے اندر آنا ہوگا، اس صورت میں وہ معاہدے پر عمل درآمد کرنے کا اہل نہیں ہوگا۔ مندرجہ ذیل دونوں عدالتوں نے کہا ہے کہ ثالثی کا معاہدہ کاموں کی انجام دہی سے متعلق نہیں تھا جیسا کہ مکمل ہو چکا تھا اور تنازعہ صرف بلوں کی ادائیگی سے متعلق تھا، اور اس کے علاوہ ثالثی معاہدے کی لازمی خصوصیت ایک نجی ٹریبونل کی تشکیل تھی اور لہذا اسے آئٹم 2 کے اندر نہیں لایا جاسکتا تھا اور اس کے مطابق یہ آئٹم 12 کے اندر آتا ہے۔ لیکن ہائی کورٹ کے فاضل ججوں کی بھی رائے تھی کہ ایگزیکٹو انجینئر وائی کے بال کو ثالثی معاہدے پر عمل درآمد کرنے کا خصوصی اختیار دیا گیا تھا، اور یہ دفعہ 175 (3) کے مقصد کے لئے کافی تھا۔ درخواست گزار اس نتیجے کی صداقت کو مسترد کرتا ہے اور دلیل دیتا ہے کہ ریکارڈ کے ذریعہ اس کی ضمانت نہیں ہے۔ لہٰذا یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ اس نکتے پر ہونے والی خط و کتابت کا کچھ تفصیل سے حوالہ دیا جائے۔ 26 جولائی 1947ء کو حکومت کے سیکرٹری جناب مرل نے کرنل اسمتھ کو لکھا:

''مجھے یہ کہنے کی ہدایت دی جاتی ہے کہ بہار کی حکومت آپ کو ارنچی میں ہینو ایروڈرم کی تعمیر کے سلسلے میں میسر کرم چند تھاپر اینڈ برادرز لمیٹڈ کی جانب سے پیش کیے گئے دعوے کے تصفیے کے لیے ثالث مقرر کرنے کی تجویز رکھتی .... ہے۔ ثالث وغیرہ کی تقرری کی قبولیت کی ضروری شکلوں کو برائے مہربانی نظر انداز کیا جاسکتا ہے۔ حکومت بہار اور ٹھیکیدار کے ذریعہ اس محکمہ کو مکمل کرنے کے لئے۔

اس پر کرنل اسمتھ نے ثالث کے طور پر کام کرنے پر اتفاق کرتے ہوئے جواب بھیجا۔ اس خط میں انہوں نے یہ بھی تجویز دی کہ فریقین کے درمیان معاہدے میں مناسب ترمیم کی جاسکتی ہے تا کہ ثالثی کی اجازت دی جاسکے۔ یہ بات اہم ہے کیونکہ معاہدے کی شق 23 کے تحت فریقین کے درمیان تمام تنازعات کو سپرنٹنڈنٹ انجینئر کے حوالے کیا جانا تھا جس کا فیصلہ حتمی ہونا تھا اور اگر تجویز کے مطابق اس میں ترمیم کی جاتی تو ثالثی کی شق اصل معاہدے کا حصہ بن جاتی اور موجودہ تنازعہ کا کوئی موقع نہیں ہوتا۔ معاہدے میں ترمیم کے لئے مذکورہ بالا تجویز کا حوالہ دیتے ہوئے، سکریٹری جناب مرل نے 5 ستمبر 1947 کو کرنل اسمتھ کو لکھا کہ قانونی یادگار کی رائے حاصل کرنا ہوگی۔ 19 جنوری 1948 کو، کرنل اسمتھ نے وزیر کو لکھا کہ وہ ثالث کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دینے کے لئے تیار ہیں اور دوبارہ چاہتے ہیں کہ معاہدے میں ترمیم کی جائے تا کہ ثالثی فراہم کی جاسکے۔ 27 جنوری 1948 کو حکومت کے سیکرٹری نے کرنل اسمتھ کو مطلع کیا کہ قانونی یادداشت رکھنے والے سے رائے ملی ہے کہ ثالثی ایکٹ کی دفعات کے مطابق ثالثی کے

معاہدے پر عمل درآمد کیا جانا چاہیئے اور اس کے مطابق ایک مسودہ معاہدہ تیار کیا گیا ہے اور جتنی جلدی ممکن ہو اس پر عمل درآمد کے لئے اقدامات کیے جارہے ہیں۔ اسی تاریخ کو، ایگزیکٹو انجینئر نے جواب دہندگان کو اس طرح لکھا:

اس کے بعد حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ 1940 کے ثالثی ایکٹ 1 کی دفعات کے مطابق ثالثی کے ذریعے مذکورہ بالا کے سلسلے میں آپ کے دعووں کا تعین کیا جائے گا۔ لہذا آپ سے درخواست کی جاتی ہے کہ براہ مہربانی اس مقصد کے لئے ضروری معاہدے پر عمل درآمد کے لئے فوری طور پر ڈویژنل دفتر میں حاضر ہوں۔

اس خط کے مطابق، مدعا علیہان نے 6 فروری 1948 کو معاہدے پر عمل درآمد میں شمولیت اختیار کی، ایگزیکٹو انجینئر کے ساتھ مل کر تنازعہ کو ثالثی میں بھیجنے کے لئے۔ 25 فروری 1948ء کو سیکرٹری نے ثالث کو بتایا کہ معاہدے کے مسودے میں سرکاری وکیل کی مشاورت سے قدرے ترمیم کی گئی ہے اور انہوں نے ایگزیکٹو انجینئر کو بھی لکھا کہ معاہدے میں کچھ رسمی اصلاحات کی جائیں اور دونوں فریقوں کے دستخط کیے جائیں۔ اور یہ کیا گیا تھا.

خط و کتابت کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد ہم ہائی کورٹ کے فاضل ججوں سے اتفاق کرتے ہیں کہ ایگزیکٹو انجینئر کو گورنر نے اپنے سیکرٹری کے ذریعے ثالثی کے حوالے سے معاہدے پر عمل درآمد کا اختیار دیا تھا۔ یہ دیکھا جائے گا کہ یہ سیکرٹری ہی تھے جنہوں نے شروع سے ہی ثالثی کے انتظامات میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ وہ حکومت کے نام پر اور اس کی طرف سے بولتے رہے اور انہوں نے ایسا "ہدایت کے مطابق" کیا۔ ثالثی کا موضوع ایک ایسا دعویٰ تھا جس کا تعلق حکومت سے تھا۔ ابتدائی مراحل میں ثالثی کو شامل کرنے کے لئے اصل معاہدے کی شق 23 میں ترمیم کی تجویز سے پتہ چلتا ہے کہ فریقین کا ارادہ ثالثی کے معاہدے کو اس معاہدے کا حصہ اور پارسل سمجھنا تھا۔ معاہدے پر عمل درآمد کے بعد بھی سیکرٹری نے معاہدے میں اس بنیاد پر اصلاحات اور ترامیم کیں کہ اس میں حکومت فریق ہے۔ اس سب سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہمارے فیصلے میں یہ بات ناقابل تردید ہے کہ ایگزیکٹیو انجینئر وائی کے لال کو 6 فروری 1948 کے معاہدے پر عمل درآمد کا اختیار دیا گیا تھا۔

یہ تجویز کیا گیا تھا کہ سکریٹری ممکنہ طور پر اس غلط تصور کے تحت کام کر رہے تھے کہ ثالثی کا معاہدہ آئٹم 2 کے تحت آتا ہے اور اسی غلط فہمی کے تحت کام کرتے ہوئے انہوں نے وائی کے لال کو معاہدے پر

عمل درآمد کرنے کی ہدایت کی۔ اگر ایسا بھی ہوتا تو اس سے پوزیشن میں کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ سکریٹری کا ارادہ بلاشبہ یہ تھا کہ وائی کے لال معاہدے پر عمل درآمد کریں اور دفعہ 175 (3) کے تحت بس یہی ضروری ہے۔

درخواست گزار کی جانب سے مزید دلیل دی گئی کہ باضابطہ نوعیت کا سرکاری نوٹیفکیشن ہونے کی وجہ سے ہمیں اس سے باہر سفر نہیں کرنا چاہیئے اور کسی ایسے شخص میں اختیار تلاش کرنا چاہیئے جو اس کے تحت مجاز نہیں ہے۔لیکن دفعہ 175 (3) میں ایسا کوئی خاص طریقہ متعین نہیں کیا گیا ہے جس میں اختیار دیا جانا چاہیے۔ عام طور پر، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس طرح کی منظوری سرکاری گزٹ میں نوٹیفکیشن کے ذریعہ ہوگی، لیکن اس سیکشن میں ایسا کچھ بھی نہیں ہے جو کسی بھی شخص کو ایڈہاک اجازت دینے سے روکے، اور جب یہ قائم ہو جاتا ہے، تو سیکشن کے تقاضوں کو پورا کیا جانا ضروری ہے. نتیجے میں، ہم سمجھتے ہیں کہ 6 فروری 1948 کے معاہدے پر عمل درآمد ایک ایسے شخص نے کیا تھا جسے گورنر نے ایسا کرنے کا اختیار دیا تھا، اور اس کے نتیجے میں ثالثی کا ایک جائز حوالہ تھا۔

اس کے بعد یہ دلیل دی جاتی ہے کہ چونکہ عدالت میں ایوارڈ کی کاپی پر سٹیمپ نہیں لگائی گئی تھی، لہذا اس پر کوئی حکم جاری نہیں کیا جا سکتا تھا۔حقیقت یہ ہے کہ ثالث نے ہر فریق کو فیصلے کی ایک کاپی بھیجی جس پر اس کے دستخط تھے اور تیسری کاپی بھی اس کے دستخط شدہ تھی۔ اس ایوارڈ کی کاپی جو حکومت کو بھیجی گئی تھی، ایسا لگتا ہے کہ اس پر ناکافی سٹیمپ لگی ہوئی ہے۔ اگر اسے عدالت میں پیش کیا جاتا تو انڈین اسٹامپ ایکٹ 1899 کی دفعہ 35 کے تحت اس کی کمی اور جرمانے کی ادائیگی پر اس کی توثیق کی جاسکتی تھی۔لیکن حکومت ایسا کرنے میں ناکام رہی ہے۔ جواب دہندگان کو بھیجے گئے ایوارڈ کی کاپی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ پولیس نے اسے دیگر کاغذات کے ساتھ ضبط کر لیا ہے اور اب اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا ہے۔ جب تیسری کاپی عدالت میں موصول ہوئی تو مدعا علیہان نے اسٹامپ ایکٹ کی دفعہ 35 کے تحت مطلوبہ اسٹامپ ڈیوٹی ادا کی اور اس کی توثیق کرائی۔ اب درخواست گزار کی دلیل یہ ہے کہ عدالت کے سامنے موجود دستاویز اصل میں "تصدیق شدہ کاپی" ہے، اور اسٹامپ ایکٹ کی دفعہ 35 کے تحت صرف اصل دستاویز کی توثیق کی جاسکتی ہے، جب اس پر بغیر کسی مہر کے یا ناکافی مہر لگادی گئی ہو، کہ عدالت میں موجود دستاویز جو ایک کاپی ہے، اس کی توثیق نہیں کی جاسکتی اور اس کے نتیجے میں اس پر کوئی حکم جاری نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قانون اچھی طرح سے طے شدہ ہے کہ کسی دستاویز کی کاپی کی توثیق نہیں

کی جاسکتی ہے۔ یہ راجہ بوبلی بنام انوگنتی چینا سیتا راماسامی گارو ((1899) ایل آر 26 آئی اے 262)، میں منعقد ہوا تھا جہاں یہ مشاہدہ کیا گیا تھا:

اس دفعہ (دفعہ 35) کی دفعات جو کسی دستاویز کو جرمانے کی ادائیگی پر ثبوت کے طور پر قبول کرنے کی اجازت دیتی ہیں، اس وقت کوئی اطلاق نہیں ہوتا جب اصل دستاویز، جس پر بغیر سٹیمپ لگا ہوا تھا یا ناکافی سٹیمپ لگائی گئی تھی، پیش نہیں کی گئی ہے۔ اور، اس کے مطابق، اس کے مندرجات کا ثانوی ثبوت نہیں دیا جاسکتا. بصورت دیگر رکھنے کا مطلب یہ ہوگا کہ ایکٹ میں ایک ایسی شق شامل کی جائے جو اس میں شامل نہیں ہے۔ جرمانے کی ادائیگی ثانوی ثبوت کو قابل قبول نہیں بنائے گی، کیونکہ اسٹامپ قانون کے تحت جرمانہ صرف اس بغیر سٹیمپ والی یا ناکافی سٹیمپ والی دستاویز پر عائد کیا جاتا ہے جو اصل میں عدالت میں پیش کی جاتی ہے اور یہ قانون گم شدہ دستاویزات پر کوئی جرمانہ عائد کرنے کا اہتمام نہیں کرتا ہے۔

لہٰذا سوال یہ ہے کہ ثالث کی جانب سے عدالت کو بھیجا گیا فیصلہ اصل آلہ ہے یا اس کی کاپی ہے۔ ہماری رائے میں اس میں کوئی شک نہیں ہوسکتا کہ یہ اصل ہے اور ایوارڈ کی کاپی نہیں ہے۔ ثالث نے جو کیا وہ یہ تھا کہ فیصلہ تین حصوں میں تیار کیا جائے، ان سب پر دستخط کیے جائیں اور ایک ایک فریق کو اور تیسرا عدالت کو بھیجا جائے۔ یہ ایک اصل آلہ ہوگا، اور اس پر ظاہر ہونے والے الفاظ، "مصدقہ کاپی" غلط وضاحت ہیں اور آلہ کے حقیقی کردار کو تبدیل کرنے کا اثر نہیں ڈال سکتے ہیں۔ اپیل کنندہ کے اس دعوے میں بھی کوئی صداقت نہیں ہے۔ نتیجے میں، اپیل ناکام ہو جاتی ہے اور اخراجات کے ساتھ خارج کر دی جاتی ہے.

اپیل خارج کر دی گئی۔

Javeed Ahmed Geelani
2024.05.09 16:03
I am the author of this document